© rasailojaraid.com

سید محمد معاویہ بخاری

حالات کس طرف جا رہے ہیں؟

کیا یہ گمان درست ہے کہ مہربان ہواؤں کا رخ تیزی سے بدل رہا ہے۔ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی فضائیں شاید مقتدروں کے لیے بوجھل ہوتی جا رہی ہیں۔ لگتا یہ ہے کہ وقت کی زنبیل گڈ گورننس کے سات برسوں میں پوری طرح شکم سیری کر چکی ہے اور اب منطقی نتیجہ کے طور پر تلخ حالات اگلنے لگی ہے۔ گزشتہ تین ماہ کے دوران رونما ہونے والے واقعات کی نوعیت ایسی ہے کہ اسے محض اتفاقات سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں اعتراف کر لینا چاہیے کہ موسم سے پہلے حبس کا پیدا ہو جانا غیر متوقع اور غیر معمولی صورت حال کی علامت ہی کہلاتا ہے۔ اسلام آباد کی لال مسجد سے ملحق جامعہ حفصہ کی طالبات کا چلڈرن لائبریری پر قبضہ ۲۰/ مارچ کو مسجد حمزہ کی شہادت کے بعد ہوا تھا۔ ملک بھر کے مذہبی وسیاسی حلقوں نے اس واقعہ کو دیگر کئی ناروا حکومتی اقدامات کی طرح انتہائی نامناسب اور بہیمانہ فعل قرار دیتے ہوئے جامعہ حفصہ کی طالبات اور لال مسجد کے محترم ذمہ داران مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے اس مؤقف کی حمایت کی تھی کہ مسجد حمزہ جیسی قدیم عبادت گاہ کو ناجائز تعمیر قرار دے کر شہید کر دینا ایک سوچی سمجھی سازش کے سوا کچھ نہیں۔ ۶/ اپریل کی صبح ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کی نشریات کے دوران جامعہ حفصہ کے حوالے سے پیدا ہونے والی کشیدہ صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف صحافی جناب حامد میر صاحب نے جو چشم کشا تفصیلات بیان کی ہیں، وہ اپنی جگہ نہ صرف اہم ہیں بلکہ لال مسجد سے لے کر شمالی وجنوبی وزیرستان تک دراز ہوتے واقعاتی سلسلے کی کڑیاں بھی جوڑ دیتی ہیں۔ اِنھی تفصیلات میں چیف جسٹس آف پاکستان جناب افتخار محمد چودھری کے خلاف دائر شدہ صدارتی ریفرنس کا تذکرہ بھی آ جاتا ہے اور اگر ۷/ اپریل کو پارہ چنار میں ہونے والی خون ریزی، جس میں اب تک کی اطلاعات کے مطابق پچاس کے قریب قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس کھیل کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ جو بظاہر بے ترتیب مگر حقیقتاً پوری طرح منظم اور مکمل ترتیب وتیاری کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔

جناب حامد میر کے بقول ۲۰/ مارچ کو سی ڈی اے کے حکم نامے کے تحت ناجائز تعمیر قرار دے کر شہید کی جانے والی مسجد حمزہ کم وبیش سو سال پرانی ہے۔ اور اس کی مسلمہ حیثیت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ مسجد حمزہ کے مد مقابل ایک اعلیٰ منصبی شخصیت کا فارم ہاؤس ہے اور اس شخصیت کو اعتراض تھا کہ مسجد حمزہ میں بڑھتی ہوئی مذہبی سرگرمیوں کے باعث انھیں حفاظتی نقطۂ نظر سے کئی تحفظات لاحق ہیں۔ لہٰذا ان کی درخواست پر اعلیٰ سطحی احکامات جاری ہوئے اور مسجد مسمار کر دی گئی۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ دراز ہوتا ہوا دیگر مساجد کو جاری ہونے والے نوٹس تک چلا گیا۔ حامد میر صاحب نے لال مسجد کے مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے علاوہ جامعہ حفصہ کی طالبات کے حوالہ سے بھی کئی اہم باتیں کی ہیں۔ ان کے بقول جامعہ حفصہ میں زیرِ تعلیم طالبات کی اکثریت کا تعلق شمالی علاقہ جات بالخصوص باجوڑ، جنوبی وشمالی وزیرستان کے علاقوں سے ہے۔ اور کوئی پس پردہ قوت یہ چاہتی ہے کہ حکومتی سطح پر ایسے اقدامات ہوتے رہیں جو لال مسجد کے منتظمین اور جامعہ حفصہ کی طالبات کو سخت مؤقف اختیار کرنے پر مجبور کر دیں اور پھر حالات کی نوعیت اُس مرحلہ تک ضرور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جا پہنچے‘ جہاں حکومتی سطح پر کوئی بڑا ایکشن ناگزیر ہو جائے۔ دونوں جانب کے مشیروں میں یقیناً ایسے لوگ موجود ہیں جو معاملہ کو افہام و تفہیم سے حل نہیں ہونے دینا چاہتے۔ جناب حامد میر کے بقول اگر خدانخواستہ حکومت کوئی فیصلہ کن ایکشن لینے کے لیے قدم اٹھاتی ہے تو لال مسجد کا صحن خون سے لال ضرور ہو جائے گا۔ اور جانی نقصان کی زد میں ساڑھے تین ہزار سے زائد طالبات کا آجانا بھی خارج از امکان نہیں۔ اس صورت حال میں وہ شمالی علاقے جو پہلے ہی غیر ملکی جنگجوؤں کے حوالے سے فوجی کارروائیوں کا ٹارگٹ بنتے چلے آرہے ہیں۔ وہاں شدید ردّعمل ظاہر ہوگا اور بات ایک بڑی خانہ جنگی کی حد تک بڑھ سکتی ہے۔ وطن عزیز پاکستان کو مذہبی حوالہ سے بدنام کرنے کا سلسلہ نائن الیون کے بعد سے ایک منظّم تحریک کی صورت جاری ہے۔

صدر مشرف کی آزاد میڈیا پالیسی نے پرائیویٹ چینلوں کی قیام کی راہ ہموار کی اور اب ۵۰ کے لگ بھگ چینل اس آزادی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ خبروں کے عنوانات‘ ان کے تیز دھار جملوں اور کئی مذاکروں میں دین اور محافظانِ دین کو تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے۔ پوری دنیا کے سامنے مذہبی حوالہ سے ایسی تصویر پیش کی جا رہی ہے جس کے مطابق پاکستان کی عمومی اکثریت دین اسلام کی اس عملی تشریح کو درست نہیں سمجھتی جس کا پرچار ایک مخصوص اقلیتی طبقہ کے علماء کی جانب سے ہو رہا ہے۔ لال مسجد کے منتظمین اور جامعہ حفصہ کی طالبات کے ضمن میں جتنا کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے‘ اس کا بنیادی نکتہ مذکورہ بالا پراپیگنڈے پر مبنی ہے۔ چنانچہ میڈیائی پراپیگنڈہ سے آزاد پرائیویٹ میڈیا اور اس کے سرپرست عناصر اس حد تک تو کامیاب ہو چکے ہیں کہ اب متحدہ مجلس عمل سمیت وفاق المدارس کے سرکردہ افراد اور دیگر کئی علماء حضرات بھی جامعہ حفصہ کی طالبات اور لال مسجد کے منتظمین مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے طرزِ عمل اور ان کے مطالبات سے لاتعلقی کا اظہار برملا کرنے لگے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ CDA نے مساجد شہید کرنے کے جو اقدامات کیے‘ وہ کسی طرح بھی مناسب قرار نہیں دیئے جا سکتے اور اس ضمن میں کیا جانے والے احتجاجی طریق کار سے اختلاف کے باوجود غلط ہیں۔ لیکن اس احتجاج نے اب جو صورت اختیار کر لی ہے وہ نہ صرف قابل تشویش ہے بلکہ نتائج کے اعتبار سے انتہائی تباہ کن بھی ہے۔ ۲۰/ مارچ کے بعد رونما ہونے والے واقعات کو اگر ایک ترتیب میں رکھ کر دیکھا جائے تو سب کڑیاں آپس میں پیوست نظر آتی ہیں۔ جو لوگ ان واقعات کو سازش نہیں سمجھتے۔ ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ مساجد کے انہدام اور پھر چلڈرن لائبریری پر قبضہ تک جتنے مرحلے طے ہوئے اور کشیدگی بڑھتے ہوئے ایک خوں ریز تصادم تک پہنچنے کی جو فضا تیار ہو چکی ہے‘ کیا اس میں لال مسجد انتظامیہ کے علاوہ اور کسی کا عمل دخل نہیں ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مدارس و مساجد کے حوالہ سے حکومتی مؤقف کو ایک خاص طبقہ نے جس کا رسوخ اوپر تک ہے‘ اپنے مذموم مقاصد کے لیے بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے؟ کیا اس سچائی کو کسی طرح بھی نظر انداز کیا جا سکتا ہے کہ اب تک پیش آنے والے حالات ملک بھر کے مذہبی طبقہ بشمول جید علماء کرام کے خلاف جا رہے ہیں اور دنیا بھر میں اہل دین کی تذلیل و تضحیک کے ساتھ ساتھ انھیں ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے۔ موجودہ صورت حال کو صرف مسجد و مدرسہ کے تناظر میں دیکھنا درست نہیں ہوگا۔ بلکہ اس معاملہ کو اُن دیگر سیاسی معاملات کے ساتھ ملا کر دیکھنا بھی ضروری ہے جو اسی کشمکش کے دوران ظہور پذیر ہو چکے ہیں یا آئندہ دنوں ہونے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ بتایا جا رہا ہے ۲۰۰۷ء انتخابات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا سال ہے اور موجودہ حکومتی سیٹ اپ برقرار رہنے کے امکانات بہ وجوہ تقریباً معدوم نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف امریکی انتظامیہ کی کانگریس اور سینٹ میں ساکھ ڈوبنے کے بعد صدر بش پر دباؤ بڑھ رہا ہے کہ وہ اپنی جنگی پالیسیوں میں فوری تبدیلی کا فیصلہ کریں۔ وار اون ٹیرر کی بے وقعتی اور عراق وافغانستان میں جاری بہیمانہ پالیسیوں پر اس قدر کھلی تنقید ہو رہی ہے کہ خود صدر بش کے لیے دفاع کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ امریکی کانگریس میں ڈیموکریٹس کی اکثریت پاکستان جیسے حلیف ممالک کے بارے میں اپنے تحفظات کا برملا اظہار کر رہی ہے۔

صدر مشرف فرنٹ لائن سٹیٹ کا عنوان جتنا کیش کرا سکتے تھے' کرا چکے اور اب امریکی کانگریس میں نہ صرف پاکستان کی امداد بلکہ صدر مشرف کے اقدامات کے حوالہ سے بھی نقطۂ نظر تبدیل ہو رہا ہے۔ حالیہ دنوں میں امریکی کانگریس کے ایک وفد نے اپوزیشن لیڈروں کے علاوہ حکومتی ارکان اور صدر مشرف سے بھی ملاقاتیں کی ہیں۔ معتبر ذرائع تصدیق کرتے ہیں کہ ان ملاقاتوں میں جلاوطن اپوزیشن رہنماؤں کی واپسی، غیر جانبدار خود مختار الیکشن کمیشن، آزاد عدلیہ، صدر مشرف کی باوردی صدارت اور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف دائر کردہ صدارتی ریفرنس کے معاملات بھی زیر بحث آئے ہیں۔ ذرائع تصدیق کرتے ہیں کہ آنے والے دنوں میں جلاوطن اپوزیشن رہنماؤں کی وطن واپسی کے حوالہ سے صدر مشرف کے مؤقف میں تبدیلی آ رہی ہے اور اپنے ایک انٹرویو کے دوران دبے الفظ میں وہ اس کا اظہار بھی کر چکے ہیں۔ جب کہ ساتھ ہی بیک چینل ڈپلومیسی کے ذریعہ صدر کے مصاحب خاص طارق عزیز بے نظیر بھٹو سے بات چیت کے لیے دبئی پہنچے ہوئے ہیں۔ صدر مشرف پر دباؤ ہے کہ وہ سیکولر جماعتوں کے لیے راستہ ہموار کریں اور مستقبل قریب کے انتخابات میں ان کے لیے پوری گنجائش پیدا کی جائے۔

صورت حال یہ ہے کہ صدر مشرف کے اختلافات بے نظیر بھٹو سے نہیں بلکہ نواز شریف سے ہیں کیونکہ نواز شریف حکومت کا تختہ الٹ کر ہی وہ برسر اقتدار آئے تھے۔ اس لیے قریب الفہم بات یہی ہے کہ نواز شریف کے لیے کوئی گنجائش نکلے یا نہ نکلے لیکن بے نظیر بھٹو اور پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین کے لیے یہ سہولت پیدا ہونے جا رہی ہے کہ وہ آئندہ انتخابات میں مسندِ اقتدار کی طرف پیش قدمی کر سکتی ہے۔ البتہ حکمران جماعت مسلم لیگ ق کے لنگر سے اٹکے ہوئے شہزادوں کے لیے پریشانی ضرور ہے کہ نئے سیاسی سیٹ اپ میں ان کی حیثیت کیا ہو گی؟ جہاں تک صدارتی ریفرنس کا معاملہ ہے تو وہ کسی زیرک حکومتی مشیر کی مرتب کردہ چال ہے جو اپنی بنیادی کمزوریوں اور خامیوں کے باعث الٹی پڑ گئی ہے۔

باخبر ذرائع جامع حفصہ کے معاملہ کو اچھالے جانے اور میڈیا پر موضوعِ بحث بنانے کو صدارتی ریفرنس کے حوالہ سے وکلاء حضرات کی احتجاجی تحریک کا میڈیائی تاثر کم کرنے کی ایک کوشش قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ ایک تاثر یہ بھی موجود ہے کہ صدر مشرف لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے معاملہ کو دانستہ طول دے رہے ہیں۔ ورنہ وزیرستان میں جنگجوؤں کے خلاف اور بلوچستان میں اکبر بگٹی کے ساتھ جو کچھ کیا جا چکا ہے' اس کے بعد توقع یہی کی جا رہی تھی کہ بہت جلد اسلام آباد میں بھی کوئی بڑا آپریشن اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف بھی ہو گا۔ لیکن ابھی تک ایسے کسی فیصلہ کی اطلاع نہیں ہے بلکہ صدر مشرف ایک تسلسل کے ساتھ عوامی اجتماعات میں خطاب کے دوران یہ فرما رہے ہیں کہ لال مسجد کے طلباء اور جامعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حفصہ کی طالبات ہمارے بچے بچیاں ہیں' انھیں گمراہ کر دیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے خلاف کوئی فوجی ایکشن لیں، خون خرابہ ہو اور پھر اس واقعہ کو بنیاد بنا کر وہ اپنی سیاست چمکا سکیں۔ اس لیے ایسا کچھ نہیں ہوگا' ہم انھیں سمجھائیں گے۔ علماء کرام اور سول سوسائٹی کے معتبر لوگوں کے ذریعے ان سے بات چیت کی جائے گی اور انھیں غلط اقدامات سے روکا جائے گا۔ ذرائع ابلاغ پر ایک اور حوالہ سے بات بھی ہو رہی ہے اور وہ یہ کہ جامعہ حفصہ کے ذمہ داران کو دانستہ اور ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت ہی چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ جیسے چاہیں من مانیاں کرتے پھریں۔ اس اچھوٹ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر میں بالعموم اور امریکی حکومت کو بالخصوص یہ پیغام پہنچ جائے کہ اگر صدر مشرف اب ان کی نئی سیاسی منصوبہ بندی کے خاکہ میں کہیں فٹ نہیں ہو رہے تو پھر امریکی حکومت جان لے کہ پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد بھی طالبان کے حامیوں کی دسترس میں ہے اور ان کا رسوخ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ وہ براہِ راست حکومتی رٹ کو چیلنج کر رہے ہیں' اس لیے انھیں سمجھنا چاہیے کہ صدر مشرف ہی وہ واحد شخصیت ہیں جو ان جہادیوں کی راہ میں اپنی یونیفارم کی قوت سے نہ صرف حائل ہو سکتے ہیں بلکہ انھیں کنٹرول بھی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا مستقبل کے سیاسی سیٹ اپ میں ان کا کردار ختم یا محدود کرنے کے بارے میں فی الحال نہ سوچا جائے۔ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ جامعہ حفصہ کا معاملہ ہمہ جہتی ہے اور اس سے چند جماعتوں کے سوا باقی تمام عناصر بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومتی طبقہ کی کوشش ہے کہ اس مسئلہ کی تشہیر کو صدارتی ریفرنس کے غلغلہ پر اثر انداز ہونے کے لیے استعمال کیا جائے۔ تاکہ وکلاء حضرات اور سیاسی جماعتوں کے احتجاجی شو ماند پڑ جائیں اور لوگوں کی توجہ صدارتی ریفرنس سے ہٹ کر جامعہ حفصہ تک ہی مرکوز ہو جائے۔ جب کہ پاکستان دشمن قوتیں اس معاملہ کو ہوا دے کر مذہبی طبقے کو حکومت سے لڑانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ سیکولر عناصر جن میں پیپلز پارٹی جیسی مذہب بیزار جماعت بھی شامل ہے۔ این جی اوز کے توسط سے دوہرا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس مسئلہ کی میڈیائی تشہیر سے عوام الناس کو باور کرا دیا جائے کہ آنے والے انتخابات میں اگر مذہبی جماعتیں ایک بار پھر اسی قوت سے سامنے آئیں تو انھیں کسی قسم کے جبری اقدامات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسری طرف یہی معاملہ حکومت کو ہراساں کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔

چند روز قبل پیپلز پارٹی نے این جی اوز کے ساتھ مل کر جامعہ حفصہ کی طالبات کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قانون کی عمل داری قائم کرتے ہوئے ان کے خلاف فوری اور سخت ایکشن لے۔ تاہم ابھی تک وفاقی وزیر قانون جناب وصی ظفر سے لے کر وفاقی وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ تک اور وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق سے صدر مشرف صاحب تک سب لوگ اس مؤقف پر قائم ہیں کہ اگر لال مسجد کی انتظامیہ اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے مزید کوئی جارحانہ طرزِ عمل اختیار نہیں کیا تو حکومت اس وقت تک معاملہ کو علماء حضرات اور دیگر اہم شخصیات کے توسط سے بات چیت کے ذریعے حل کرنے کو ہی ترجیح دے گی۔ بظاہر یہ فیصلہ بہت بھلا اور مستحن معلوم ہوتا ہے تاہم یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہوگا کہ حالات کس کروٹ بیٹھیں گے۔ کاش! ہمارے مذہبی رہنما، حکومتی ذمہ داران اور سیاسی زعماء یہ سمجھ لیں کہ اس وقت ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے۔ بصورتِ دیگر ذراسی بے احتیاطی اور کوئی غلط فیصلہ ہمیں ایسی تباہی کی طرف دھکیل سکتا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوگی۔

© rasailojaraid.com